جماعتِ احمدیہ یعنی قادیانیوں کے فکری و اخلاقی انحرافات اور
پردۂ خفا میں پنہاں غلاظتوں پر مشتمل ایک جامع اور دستاویزی تحریر

قادیانی
بچہ بازی

مفتی مبشر شاہ

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

قادیانی بچے بازی

یہ رسالہ قادیانی مدرسوں اور تربیتی اداروں کے اُس پہلو کا ابتدائی تعارف پیش کرتا ہے جس پر عموماً خاموشی طاری رکھی جاتی ہے۔ان اداروں کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہاں مستقبل کے قادیانی کارکنان، مبلغین اور مربیان کی فکری و اخلاقی تشکیل کی جاتی ہے، مگر مختلف ادوار میں سامنے آنے والی رپورٹس اور داخلی بیانات ایک مختلف تصویر دکھاتے ہیں۔ اس تمہید میں خاص طور پر قادیانی مدرسہ جامعہ احمدیہ کے ماحول، اختیار کے ارتکاز، نگرانی کے دعوؤں اور احتسابی نظام پر بنیادی سوالات اٹھائے جائیں گے، تاکہ آئندہ ابواب میں واقعات، بیانات اور دستیاب دستاویزات کی روشنی میں بحث کو منظم انداز سے آگے بڑھایا جا سکے۔اس مرحلے پر مقصد حتمی فیصلے صادر کرنا نہیں، بلکہ وہ سوالات سامنے رکھنا ہے جن کا سامنا کیے بغیر کسی بھی سنجیدہ تحقیق کی تکمیل ممکن نہیں۔



قادیانی مدرسہ جامعہ احمدیہ کا بچے باز قادیانی مولوی

قادیانیوں کے نمائندہ اخبار ربوہ ٹائمز کی ایک خبر من وعن پیش کی جا رہی ہے:

نصرت جہاں اکیڈمی کے استاد پر سیکڑوں طلبہ کو پھانسنے اور زیادتی کا الزام

1 ستمبر 2025

ربوہ (ویب ڈیسک) حال ہی میں ربوہ کی نصرت جہاں اکیڈمی (این جے اے) کے استاد عثمان احمد کے خلاف بچوں کی فحش مواد کی تقسیم کی تفتیش کے بعد، ان پر نئے الزامات سامنے آئے ہیں جن کے مطابق وہ برسوں سے اپنے زیرِ نگرانی طلبہ کا جنسی استحصال کرتے رہے ہیں۔

ربوہ ٹائمز کو دیے گئے ایک خصوصی انٹرویو میں ایک سابق طالب علم، جنہوں نے گمنام رہنے کی درخواست کی ہے نے انکشاف کیا کہ انہوں نے احمد کو خوفناک زیادتی کے واقعات کرتے ہوئے دیکھا۔ گواہ کا دعویٰ ہے کہ صرف چند مہینوں کے دوران جب وہ احمد کی کلاس میں زیرِ تعلیم تھے، درجنوں طلبہ اس کا شکار ہوئے، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ متاثرہ بچوں کی کل تعداد سینکڑوں تک ہو سکتی ہے۔ احمد کم از کم سنہ 2011 سے نصرت جہاں اکیڈمی میں تدریس کر رہے ہیں۔ سابق طالب علم کے مطابق احمد نے بطور استاد اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بچوں کو اپنے قابو میں کیا۔ وہ خاص طور پر چھٹی اور ساتویں جماعت کے طلبہ کو نشانہ بناتے تھے، جن کی عمریں تقریباً 11 سے 13 سال کے درمیان تھیں۔ گواہ نے الزام لگایا کہ احمد ان طلبہ کو ربوہ کے محلہ دارالرحمت میں واقع اپنے گھر پر نجی ٹیوشن کے لیے آنے پر اُکساتا تھا۔

گواہ نے بتایا: وہ خود کو ایک دوست، ایک کُول انکل کے طور پر ظاہر کرتا تھا۔ وہ امتحان کے لیے ٹپس دیتا اور کبھی کبھی پیپر کے سوالات پہلے ہی بتا دیتا، تا کہ بچے اس کی نجی ٹیوشن کلاسز میں شریک ہوں۔

گواہ نے مزید الزام لگایا کہ احمد نے بطور بیڈمنٹن کوچ اپنی حیثیت کا بھی غلط استعمال کیا

اور شام کے پریکٹس سیشنز کے دوران طلبہ کو نازیبا طریقے سے چھوا۔گواہ نے ایک اور استاد کو بھی ملوث قرار دیا، جنہیں سر اے کہا گیا۔گواہ کے مطابق، اگرچہ سر اے ہر واقعے میں براہِ راست شامل نہیں تھے، لیکن وہ احمد کے قریبی دوست تھے اور کبھی کبھار اس زیادتی میں شریک بھی ہوتے تھے۔

سب سے چونکا دینے والے الزامات ان دوروں سے متعلق ہیں جو ربوہ کے قریب ایک فارم ہاؤس پر کیے جاتے تھے، جہاں احمد اور سر اے طلبہ کو لے جاتے تھے۔گواہ کے مطابق: وہ ان دن بھر کے دوروں کے دوران باری باری بچوں کو زیادتی کا نشانہ بناتے تھے۔ یہ ایک منصوبہ بند عمل لگتا تھا۔گواہ نے بتایا کہ انہوں نے احمد کے رویے کی شکایت این جے اے کے پرنسپل اور دیگر اسکول حکام کو کی، لیکن کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔گواہ کے مطابق: وہ ان بچوں کو نشانہ بناتا جو اتنے چھوٹے تھے کہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اور اتنے خوف زدہ تھے کہ بول بھی نہیں سکتے تھے۔

ربوہ ٹائمز نے نظارت تعلیم اور نصرت جہاں اکیڈمی دونوں سے مؤقف لینے کے لیے رابطہ کیا، لیکن تاحال کسی نے جواب نہیں دیا۔

گواہ کے بیان کے مطابق، احمد ہر سال تقریباً 10 سے 20 طلبہ کو نجی ٹیوشن پڑھاتا تھا، اور گواہ نے ذاتی طور پر کم از کم 4 سے 8 طلبہ کو احمد کے ہاتھوں زیادتی کا نشانہ بنتے دیکھا۔ اس حساب سے، این جے اے میں اس کے 14 سالہ دورِ تدریس کے دوران متاثرہ طلبہ کی تعداد 56 سے 112 کے درمیان ہو سکتی ہے۔

گواہ نے زیادتی کے ایسے بھیانک واقعات بیان کیے جن میں سے کئی قارئین کے لیے شائع کرنے کے قابل ہی نہیں۔گواہ کے مطابق: وہ ایک شیطانی شخص تھا جس نے بچوں کی زندگیاں تباہ کر دیں۔

نیشنل سائبر کرائم انویسٹی گیشن ایجنسی (NCCIA) نے احمد کو بچوں کی فحش مواد کی تیاری اور تقسیم میں ملوث ہونے کے الزام میں گرفتار کرلیا ہے۔تاہم،اس کے مبینہ ساتھی سر اے کو ابھی تک تفتیش میں شامل نہیں کیا گیا۔فی الحال اس بات کی بھی کوئی تصدیق نہیں ہوئی کہ احمد یااس کے مبینہ ساتھی کو نصرت جہاں اکیڈمی سے برطرف کیا گیاہے یا نہیں۔

(مکمل خبر اس ویب لنک پر ملاحظہ فرمائیں)

rabwah.pk/9570

خبر کا پس منظر اور نوعیتِ الزامات

ربوہ ٹائمز میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کے ایک استاد کے خلاف ایسے سنگین الزامات سامنے آئے ہیں جن کی نوعیت انفرادی بدعملی سے بڑھ کر ادارہ جاتی غفلت اور ممکنہ تحفظ (Cover-up) کی طرف اشارہ کرتی ہے۔خبر میں واضح طور پر بتایا گیاہے کہ یہ معاملہ محض افواہ یاسنی سنائی بات نہیں،بلکہ بچوں کی فحش مواد سے متعلق تفتیش کے بعد مزید الزامات کی صورت میں سامنے آیا،جس سے اس کی سنگینی میں اضافہ ہوتا ہے۔

قادیانی استاد اور طاقت کا ناجائز استعمال

رپورٹ کے مطابق مذکورہ استاد کم وبیش ایک دہائی سے زائد عرصہ تک تدریسی فرائض انجام دیتا رہا،اور الزام یہ ہے کہ اسی طویل مدت میں اس نے استاد اور کوچ جیسی حیثیتوں کو استعمال کرتے ہوئے کم عمر طلبہ کو اپنے زیرِ اثر لایا۔خبر میں یہ پہلو خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ طلبہ کو تعلیمی سہولت،امتحانی رعایت اور ذاتی قربت کے ذریعے پھانسنے کا طریقہ اختیار کیا گیا،جو کسی بھی تعلیمی ادارے میں طاقت کے ناجائز استعمال کی واضح مثال سمجھا جاتا ہے۔

متاثرہ قادیانی بچوں کی عمر اور ماحول کی حساسیت

خبر کے متن سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ جن طلبہ کو نشانہ بنانے کا الزام لگایا گیا، ان کی عمریں کم تھیں اور وہ ایسے تعلیمی و مذہبی ماحول میں زیرِ تعلیم تھے جہاں اعتماد، اطاعت اور خوف کا عنصر عام طور پر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خبر میں یہ نکتہ ابھرتا ہے کہ متاثرہ بچوں کے لیے بروقت آواز اٹھانا نہایت مشکل تھا، جو اس نوعیت کے جرائم میں ایک معروف مگر الم ناک حقیقت ہے۔

قادیانی مدرسہ انتظامیہ کی خاموشی

اس رپورٹ کا ایک نہایت تشویشناک پہلو وہ دعویٰ ہے جس کے مطابق شکایت کے باوجود اسکول انتظامیہ کی جانب سے کوئی مؤثر کارروائی سامنے نہیں آئی۔ اگر یہ دعویٰ درست ثابت ہوتا ہے تو یہ معاملہ محض ایک فرد کے فعل تک محدود نہیں رہتا بلکہ ادارہ جاتی ذمہ داری، نگرانی کے فقدان اور ممکنہ چشم پوشی جیسے سنگین سوالات کو جنم دیتا ہے۔ یہی پہلو اس رسالے کے بنیادی موضوع سے براہِ راست جڑتا ہے۔

خبر کے مطابق نیشنل سائبر کرائم انویسٹی گیشن ایجنسی کی گرفتاری اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ معاملہ محض اخلاقی یا داخلی نہیں رہا بلکہ ریاستی قانون کے دائرے میں آچکا ہے۔ تاہم رپورٹ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ بعض مبینہ کرداروں کے بارے میں تاحال کوئی باضابطہ پیش رفت سامنے نہیں آئی، جو مزید سوالات کو جنم دیتی ہے۔

قادیانیوں سے چند بنیادی سوالات

یہاں ہم قادیانیوں سے چند بنیادی سوالات کرنا چاہتے ہیں کہ:

کیا کسی بھی سنجیدہ مذہبی جماعت کے لیے یہ بات باعثِ فخر ہو سکتی ہے کہ اس کے تعلیمی و تربیتی اداروں سے بار بار ایسے الزامات جنم لیں جن میں استاد اور شاگرد کے رشتے کی

حرمت پامال ہونے کا ذکر ہو، اور اس کے باوجود جماعتی سطح پر نہ تو شفاف تحقیقات سامنے آئیں اور نہ ہی واضح اجتماعی جواب دہی۔ اگر واقعی جماعت احمدیہ کے اداروں میں سخت نگرانی اور اعلیٰ اخلاقی معیار موجود ہے تو پھر ایسے واقعات یا رپورٹس بار بار سامنے آنے کے باوجود خاموشی کیوں اختیار کی جاتی ہے، اور متاثرین یا گواہوں کے بیانات کو سننے کے بجائے دبانے کا تاثر کیوں پیدا ہوتا ہے۔ کیا یہ سوال غیر فطری ہے کہ جب ایک ہی طرح کے الزامات مختلف ادوار، مختلف افراد اور مختلف اداروں کے حوالے سے سامنے آئیں تو انہیں محض اتفاق یا دشمنی پر محمول کرنا کہاں تک عقلی اور اخلاقی طور پر درست ہے۔ کیا قادیانی نظامِ تربیت میں استاد، مربی یا نگران کو اس قدر غیر معمولی اختیار حاصل ہے کہ کم عمر طلبہ کے لیے سوال اٹھانا یا شکایت کرنا عملاً ناممکن ہو جاتا ہے، اور اگر ایسا ہے تو یہ اختیار کس نے دیا اور کس کے سامنے اس کا محاسبہ ہونا چاہیے۔ کیا یہ حقیقت نظر انداز کی جا سکتی ہے کہ جہاں احتساب کا نظام داخلی ہو، بند ہو اور صرف جماعتی مفاد کے تابع ہو، وہاں اخلاقی جرائم کے پنپنے کے امکانات خود بخود بڑھ جاتے ہیں۔ اور سب سے اہم سوال یہ کہ اگر آج ان واقعات پر سوال اٹھانا "تعصب" یا "مخالفت" کہلاتا ہے تو پھر کل تاریخ کے سامنے ان بچوں کا جواب کون دے گا جن کے بچپن، اعتماد اور نفسیات پر ایسے الزامات کے سائے پڑے۔

یہی بدفعلی مرزا قادیانی بھی کرواتا رہا:

مرزا قادیانی کا مرید خاص اور مہ خواں اور ٹانک وائن شراب کی بوتلیں لا کر دینے والا قاضی یار محمد اپنی کتاب اسلامی قربانی کے صفحہ 12 پر اپنے پیر و مرشد مرزا قادیانی کے بارے لکھتا ہے کہ:

جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت

ہیں اور یلاش نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے
کے لئے اشارہ کافی ہے۔

(اسلامی قربانی صفحہ 12)

اس اقتباس کی نوعیت محض ایک ذاتی تاثر یا مخالف کی الزام تراشی نہیں، بلکہ قادیانی حلقے کے ایک منسوب مصنف کی اپنی تحریر سے سامنے آنے والا وہ بیان ہے جو اپنے الفاظ، تشبیہات اور مفہوم کے اعتبار سے شدید اخلاقی اور فکری سوالات کو جنم دیتا ہے۔ یہاں جس کیفیت کو "کشف" کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے، اس میں استعمال ہونے والی تعبیرات ایسی ہیں جو روحانی تجربے کے معروف اسلامی تصورات سے نہ صرف مختلف بلکہ متصادم محسوس ہوتی ہیں۔ ایک مدعیٔ اصلاح و روحانیت کے بارے میں ایسی زبان کا استعمال، اور پھر اسے "سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے" کہہ کر مبہم مگر معنی خیز چھوڑ دینا، دراصل قاری کو ایسے مفاہیم کی طرف دھکیلتا ہے جنہیں کسی بھی پاکیزہ دینی معیار کے تحت درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس طرح کی عبارات کو نہ تو بعد کے قادیانی مصنفین نے واضح طور پر رد کیا اور نہ ہی ان کے مفہوم کی کوئی ایسی تشریح پیش کی گئی جو اخلاقی اشکالات کو رفع کر سکے۔ اس کے برعکس، یہی ابہام بعد کے ادوار میں سامنے آنے والے واقعات اور الزامات کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جائے تو ایک فکری تسلسل کا تاثر پیدا ہوتا ہے، جس میں اخلاقی حدود کے بارے میں غیر معمولی نرمی یا بے حسی دکھائی دیتی ہے۔ اس مقام پر کسی حتمی فیصلے کا دعویٰ کیے بغیر اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ایسی تحریریں خود اپنے اندر ایک سنگین سوال رکھتی ہیں، اور ان سے صرفِ نظر کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔

اس رسالے کے دائرۂ کار میں اس اقتباس کو اسی حد تک پیش کیا گیا ہے کہ قاری کو یہ

سمجھا جا سکے کہ قادیانی لٹریچر میں موجود بعض بیانات کس طرح اخلاقی انحراف کے لیے فکری زمین ہموار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس موضوع پر مزید تفصیلی بحث، سیاق و سباق کا جائزہ اور دیگر متعلقہ عبارات کا تقابلی مطالعہ ہمارے رسالہ "مرزا قادیانی سدومی" میں گزر چکا ہے، جہاں اس پہلو پر الگ اور مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ وہاں رجوع کر کے اس مسئلے کی مکمل تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ یہ بیان کسی مخالف یا ناقد کی جانب سے منسوب نہیں، بلکہ خود قادیانی حلقے کے ایک مصنف کی قلم سے نقل ہوا ہے، جس سے اس کی داخلی حیثیت بڑھ جاتی ہے۔ تاہم، یہاں کسی حتمی فعل یا واقعے کو ثابت کرنے کے بجائے یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس نوع کی عبارات نے کیوں کر بعد کے ادوار میں شدید اعتراضات اور اخلاقی تشویش کو جنم دیا۔ مذہبی متون میں تشبیہ و تمثیل کا استعمال اپنی جگہ، مگر جب الفاظ کی ساخت ایسی ہو کہ وہ جنسی یا غیر اخلاقی مفاہیم کی طرف اشارہ کریں تو سوال اٹھنا فطری ہے کہ آیا یہ زبان ایک مدعیٔ روحانیت کے منصب اور دعووں سے ہم آہنگ ہے یا نہیں۔

اس رسالے کے تناظر میں اس اقتباس کی اہمیت اسی زاویے سے ہے کہ قادیانی لٹریچر میں بعض مقامات پر ایسے بیانیے کیوں ملتے ہیں جو اخلاقی ابہام پیدا کرتے ہیں، اور پھر انہی ابہامات کے سائے میں بعد کے ادوار میں ادارہ جاتی سطح پر سامنے آنے والے الزامات اور اسکینڈلز کو کس طرح سمجھا جائے۔ اس مرحلے پر اس اقتباس کی مزید تفصیلی تطبیق، سیاق و سباق اور دیگر متون سے تقابل آئندہ حصوں میں کیا جائے گا، تاکہ بحث قیاس آرائی کے بجائے منظم تحقیق کی بنیاد پر آگے بڑھے۔

جامعہ احمدیہ کے بچوں پر بدکاری کا شبہ

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں حضرت مولوی صاحب خلیفہ

اول کے بعض شاگردوں کے متعلق بدکاری کا شبہ ہوا اور یہ خبر حضرت صاحب تک بھی جا پہنچی۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 147)

قادیانی لٹریچر کے ایک بنیادی ماخذ میں یہ بات منقول ہے کہ مرزا غلام قادیانی کے عہد میں قادیانی خلیفہ اوّل کے بعض شاگردوں کے بارے میں بدکاری کا شبہ پیدا ہوا، اور یہ خبر مرزا غلام قادیانی تک بھی پہنچ گئی۔ یہ بیان اپنی نوعیت کے اعتبار سے کسی مخالف کی الزام تراشی نہیں بلکہ جماعت قادیانیہ کے اندرونی حالات کا ایک حوالہ ہے، جو اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اخلاقی بے قاعدگیوں کے شبہات محض بعد کے ادوار تک محدود نہیں تھے بلکہ ابتدائی دور میں بھی اس نوع کی خبریں گردش کرتی رہی ہیں۔ یہاں شبہ کی تعبیر خود اس بات کی غماز ہے کہ مصنف واقعے کو قطعی ثبوت کے طور پر نہیں بلکہ اس وقت کے ماحول میں پھیلی ہوئی تشویش کے طور پر بیان کر رہا ہے، تاہم اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ ایسے معاملات اس قدر سنجیدہ تھے کہ قیادت تک ان کی بازگشت پہنچی۔

اس رسالے کے تناظر میں اس حوالہ کی اہمیت یہ ہے کہ یہ جامعہ احمدیہ کے اخلاقیات کے مسئلے کو تاریخی تسلسل کے ساتھ جوڑتا ہے۔ یعنی اگر ابتدائی دور میں قادیانی تربیتی و تعلیمی حلقوں کے بارے میں اس نوع کے شبہات سامنے آرہے تھے، تو بعد کے ادوار میں قادیانی تعلیمی اداروں سے متعلق الزامات کو محض انفرادی یا اتفاقی کہہ کر نظرانداز کرنا علمی دیانت کے خلاف ہوگا۔ البتہ اس مقام پر کسی تفصیلی تجزیے یا نتائج اخذ کرنے کے بجائے صرف اتنی یاد دہانی مقصود ہے کہ اس موضوع پر مزید مواد اور اس کے اثرات پر گفتگو اسی کتاب کے دیگر رسائل میں بالتدریج پیش کی جائے گی۔

حسین لڑکے پر عاشق ہو گیا

قادیانیوں کا پہلا خلیفہ اپنے بارے کہتا ہے کہ:

ایک طالب علم میرے دوست تھے۔وہ پڑھنے میں کچھ سست ہو گئے۔میں نے ان سے وجہ دریافت کی۔تو کہا کہ میں ایک حسین لڑکے پر عاشق ہو گیا ہوں۔بدوں اس کے دیکھے دل بے تاب رہتا ہے اور اس کی ملاقات کسی طرح میسر نہیں ہو سکتی۔اس لئے پڑھا نہیں جاتا۔میں یہ سن کر بہت دلیری کر کے اٹھا اور اس لڑکے کے پاس چلا گیا۔اپنے دوست (عاشق طالب علم) کو بھی ہمراہ لے گیا اور اس لڑکے (معشوق) سے کہا کہ یہ ہمارے دوست ہیں۔آپ پر عاشق ہو گئے ہیں۔اس لئے ان سے پڑھنے میں محنت نہیں ہوتی اور میری یہ خواہش ہے کہ ان کے پڑھنے کا حرج نہ ہو۔لہذا میں انکی سفارش کرتا ہوں کہ یہ عصر کے بعد آپ کے پاس آجایا کریں گے اور شام تک آپکی دکان پر بیٹھ کر مغرب کے وقت اٹھ کر چلے جایا کریں گے۔آپ میری سفارش سے اس بات کو منظور کرلیں۔میری اس جرأت پر اس شریف لڑکے کو بڑا ہی تعجب ہوا اور پھر کہا کہ بہت اچھا آجایا کریں۔اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص للہ فی اللہ کام کرتا ہے۔خدا تعالیٰ اس میں ضرور برکت دیتا ہے۔

(مرقات الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 81،80)

اخلاقی انحراف کو قادیانی روحانیت کا جامہ پہنانا

قادیانی لٹریچر میں منقول یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہایت تشویشناک ہے،

کیونکہ یہاں ایک تعلیمی ماحول میں پیدا ہونے والی شدید اخلاقی کمزوری کو نہ صرف بیان کیا گیا ہے بلکہ اسے عملی طور پر سہولت فراہم کرنے کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ روایت کے مطابق ایک طالب علم کا کسی "حسین لڑکے" پر عاشق ہونا، اس حد تک ذہنی اضطراب کا باعث بنتا ہے کہ اس کی تعلیم متاثر ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر اصل سوال یہ نہیں کہ طالب علم پر کیا گزری، بلکہ یہ ہے کہ اس کیفیت کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کیا گیا۔

اس واقعے میں جس اقدام کو بطور کارِ خیر پیش کیا گیا، وہ درحقیقت ایک خطرناک مثال قائم کرتا ہے۔ کسی تعلیمی یا دینی منصب پر فائز شخص کا یہ طے کرنا کہ وہ ایک طالب علم کے غیر معمولی اور غیر اخلاقی رجحان کو روکنے یا اس کی اصلاح کرنے کے بجائے، خود جا کر ملاقات کی راہ ہموار کرے، اور پھر اسے روزانہ کی بنیاد پر باقاعدہ وقت دینے کی سفارش کرے یہ سب کچھ کسی بھی سنجیدہ اخلاقی معیار کے مطابق قابل دفاع نہیں ہوسکتا۔ یہاں نہ نصیحت ہے، نہ احتساب، نہ ہی کسی حد یا ضابطے کی بات، بلکہ ایک ایسے تعلق کو معمول بنانے کی کوشش نظر آتی ہے جو فطری، اخلاقی اور تعلیمی حدود سے متصادم ہے۔

جامعہ احمدیہ میں قائم کی جانے والی خطرناک مثال

اس واقعے کی سب سے زیادہ قابل گرفت جہت یہ ہے کہ اسے ایک ذاتی لغزش کے طور پر نہیں بلکہ ایک کامیاب اور بابرکت اقدام کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ عبارت کے آخر میں اسے "للہ فی اللہ کام" کہہ کر جس نتیجے پر پہنچا گیا، وہ دراصل اخلاقی پیمانوں کو الٹ دینے کے مترادف ہے۔ اگر کسی طالب علم کی توجہ پڑھائی سے ہٹ کر ایسے جذباتی اور غیر متوازن رجحان کی طرف مائل ہو تو ہر مہذب تعلیمی نظام میں اس کا حل حد بندی، اصلاح اور رہنمائی سمجھا جاتا ہے، نہ کہ ملاقاتوں کی اجازت اور روزمرہ قربت کی ترغیب۔

یہاں یہ بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ واقعہ جس ماحول میں بیان ہو رہا ہے وہ محض عام

معاشرتی حلقہ نہیں بلکہ ایک قادیانی دینی و تعلیمی پس منظر ہے، جہاں کردار، ضبطِ نفس اور اخلاقی تربیت کو اولین مقام دیا جاتا ہے۔ ایسے ماحول میں اس قسم کی حکایت کا فخر سے بیان ہونا اس بات کی علامت ہے کہ مسئلہ صرف ایک فرد کے جذبات کا نہیں، بلکہ سوچ کے اس سانچے کا ہے جس میں اخلاقی انحراف کو روحانیت کے پردے میں جائز ٹھہرایا جاتا ہے۔

قادیانیوں سے چند بنیادی سوالات

☆ کیا وہ جماعت جو خود کو "حقیقی اسلام" کی نمائندہ کہتی ہے، اس بات کی وضاحت کرے گی کہ کیا اس کے دینی و تربیتی اداروں میں ایسے طرزِ عمل کو برداشت، نظرانداز یا دبایا جاتا ہے جن پر سنگین اخلاقی الزامات عائد ہوتے رہے ہیں، اور اگر ایسا ہے تو اس میں ادارہ جاتی ذمہ داری کہاں طے ہوتی ہے۔

☆ کیا اس امکان کو یکسر رد کیا جا سکتا ہے کہ آج جن کم عمر طلبہ کے بارے میں الزامات سامنے آ رہے ہیں، وہی کل انہی اداروں سے تربیت پا کر خود منصبِ تربیت پر فائز ہوں، اور یوں ایک غیر صحت مند روایت نسل در نسل منتقل ہوتی چلی جائے۔

☆ کیا یہ سوال اٹھانا ناجائز ہے کہ قادیانی لٹریچر میں بیان کردہ بعض واقعات اور تعبیرات نے اخلاقی حدود کے بارے میں ایک ایسا ابہام پیدا کیا جس کے اثرات بعد کے تعلیمی و تربیتی ماحول میں محسوس کیے گئے، یا یہ سب محض اتفاقات کا سلسلہ ہے جس کا کسی فکری پس منظر سے کوئی تعلق نہیں۔

☆ اور آخرکار، جب قادیانی حلقوں کی جانب سے عمومی طور پر مسلمانوں کے دینی مدارس پر الزامات عائد کیے جاتے ہیں، تو کیا خود اپنے اداروں سے متعلق سامنے آنے والی رپورٹس اور خاموشیوں کی موجودگی میں یہ طرزِ عمل اس کہاوت کی عملی تصویر نہیں بن جاتا کہ "چور مچائے شور"۔

ظاہر ہے کہ یلج الجمل فی سم الخیاط اشارے کے طور پر ہے۔ اور مدراج میں سے ایک درجے کی علامت کنایہ مقرر فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی۔ کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے

پس جن لوگوں کو میرا وہ رقعہ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت

میں لکھا تھا … ن کی دلیل

نظر آتا ہے … خاف مقام

دیدار جنت … لعیب بیان

اللہ تعالےٰ … جس کی

تعریف در … جان ہو گئے

سرہانے ہو … ے درسے دو

جنت اور … ایسے ہی

اسی ورلی ز … ہ اعمیٰ فھو

فی الاخرۃ

اب میاں … ں کر لکھیں کہ

ان کو وہ جنت … سان ہے

خود کسی ضد … ن خوابوں

اور کشفوں … والے ہیں

ایک سال … ے گرد کسی

مسلمان باد … ہم ہیں نے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم)

ٹریکٹ موسومہ

اسلامی قربانی

نمبر (٣٤) ۔ (ج)

مؤلفہ

قاضی یار محمد صاحب بی۔ او۔ ایل پلیڈر

نورپور

ضلع کانگڑہ

جنوری سنہ ١٩٢٠ء

ریاض ہند پریس امرتسر میں باہتمام شیخ نور احمد پرنٹر کے چھپا

اور

قاضی یار محمد پبلشر نے نورپور ضلع کانگڑہ سے شائع کیا۔

کچھ دنوں کے بعد انکی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ نورالدین! تم بہت دنوں میں آئے۔ اب تک کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم طالب علموں کو اپنے درس تدریس کے اشغال سے فرصت بھی کم ہی ملتی ہے۔ کچھ مجھ سے سستی بھی ہوئی۔ فرمانے لگے کبھی تم نے قصاب کی دکان بھی دیکھی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں اکثر اتفاق ہوا ہے۔ فرمایا کہ تم نے دیکھا ہو گا کہ گوشت کاٹتے کاٹتے جب اس کی چھریاں کند ہو جاتی ہیں تو وہ دونوں چھریاں لے کر ایک دوسری سے رگڑتا ہے۔ چھریوں کی دھار پر جو چربی جم جاتی ہے اس طرح رگڑنے سے وہ دور ہو کر چھریاں پھر تیز ہو جاتی ہیں اور قصاب پھر گوشت کاٹنے لگتا ہے اور اسی طرح تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد چھریوں کو آپس میں رگڑ کر تیز کرتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت یہ سب کچھ دیکھا ہے مگر آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کچھ ہم پر غفلت کی چربی چھا جاتی ہے، کچھ تم پر۔ جب تم آجاتے ہو تو کچھ تمہاری غفلت دور ہو جاتی ہے کچھ ہماری اور اس طرح دونوں تیز ہو جاتے ہیں۔ پس ہم سے ملتے رہا کرو اور زیادہ عرصہ جدائی اور دوری میں نہ گزارا کرو۔ ان کی اس بات نے مجھے بہت ہی بڑے بڑے فائدے پہنچائے اور ہمیشہ مجھ کو یہ خواہش رہی کہ نیک لوگوں کے پاس آدمی کو جا کر ضرور بیٹھنا چاہیے۔ اس سے بڑی بڑی سستیاں دور ہو جاتی ہیں۔

دوسری بات جو رامپور میں بڑی عجیب نظر آئی یہ تھی کہ ایک طالب علم میرے دوست تھے۔ وہ پڑھنے میں کچھ سست ہو گئے۔ میں نے ان سے وجہ دریافت کی۔ تو کہا کہ میں ایک حسین لڑکے پر عاشق ہو گیا ہوں۔ بدوں اس کے دیکھے دل بے تاب رہتا ہے اور اس کی ملاقات کسی طرح میسر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے پڑھا نہیں جاتا۔ میں یہ سن کر بہت دلیری کر کے اٹھا اور اس لڑکے کے پاس چلا گیا۔ اپنے دوست کو بھی ہمراہ لے گیا اور اس لڑکے سے کہا کہ یہ ہمارے دوست ہیں۔ آپ پر عاشق ہو گئے ہیں۔ اس لئے ان سے پڑھنے میں محنت نہیں ہوتی اور میری یہ خواہش ہے کہ ان کے پڑھنے کا حرج نہ ہو۔ لہٰذا میں انکی سفارش کرتا ہوں کہ یہ عصر کے بعد آپ کے پاس آجایا کریں گے اور شام تک آپکی دکان پر بیٹھ کر مغرب کے

وقت اٹھ کر چلے جایا کریں گے۔ آپ میری سفارش سے اس بات کو منظور کرلیں۔ میری اس جرأت پر اس شریف لڑکے کو بڑا ہی تعجب ہوا اور پھر کہا کہ بہت اچھا آجایا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص للّٰہ فی اللّٰہ کام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس میں ضرور برکت دیتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ مجھے کتابوں کا بہت شوق تھا۔ ایک بزرگ شاہ صاحب میری کتابیں لکھا کرتے تھے اور وہ شاہ صاحب کتابت میں بہت کچھ کماتے تھے مگر سب کیمیا میں لگا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ دس روپیہ مجھ کو دے دیں اور میں آئندہ کتاب نہ لکھوں گا بلکہ نقد روپیہ آپ کو ادا کردوں گا۔ میں نے کہا کیوں؟ کہا میں اٹھارہ برس کا تھا تب سے مجھ کو کیمیا کے نسخوں کا شوق ہے۔ میں کیمیا کے معاملات میں خوب تجربہ کار ہوں۔ اب مجھ کو کیمیا کا اصل نسخہ مل گیا ہے۔ چاندی بناؤں گا اور آپ کے روپے ادا کردوں گا۔ میں نے ان کو دس روپے دے دیئے مگر بہت دنوں تک شاہ صاحب ملے نہیں۔ ایک روز میں اس مسجد میں چلا گیا جہاں وہ امامت کراتے تھے۔ مگر وہ مسجد میں نظر نہ آئے۔ جس حجرہ میں وہ رہتے تھے اس کو دیکھا تو دروازہ بند ہے۔ اندر سے زنجیر لگی ہوئی ہے۔ آواز دی مگر اندر سے جواب نہ آیا۔ دروازہ کو کھٹکھٹایا دھکا دیا۔ کواڑ کچھ کمزور تھے۔ دروازہ کھل گیا۔ شاہ صاحب چارپائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر چونک پڑے۔ مجھ سے کہنے لگے۔ دیکھئے ہم نے

﴿153﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے چوہدری حاکم علی صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول کے بعض شاگردوں کے متعلق بدکاری کا شبہ ہوا اور یہ خبر حضرت صاحب تک بھی جا پہنچی۔ حضور نے حکم دیا کہ وہ طالب علم فوراً قادیان سے چلے جاویں۔ مولوی صاحب نے حضرت صاحب کے سامنے بطور سفارش کہا کہ حضور صرف شبہ کیا گیا ہے کوئی بات ثابت تو نہیں ہوئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا مولوی صاحب ہم بھی تو ان کو شرعی حد نہیں لگا رہے بلکہ جب ایسی افواہ ہے اور شبہ پیدا ہوا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ احتیاطاً ان کو قادیان سے رخصت کر دینا چاہئے۔ مگر ہم ان پر کوئی شرعی الزام نہیں رکھتے۔